سوال نمبر 2 (الف) (i)

تعلیم کا یہ دوسرا دور عجیب دلچسپیوں سے بھرا ہوا تھا۔ دیکھو دریائے سندھ کے کنارے تک اسلام حکومت کر رہا ہے سیکڑوں قبیلے ریگستان سے نکل کر دور دراز ملکوں میں آباد ہوتے جاتے ہیں۔ بہت سی قومیں، دلی ذوق سے اسلام کے حلقے میں داخل ہو رہی تھیں لیکن اب تک اس وسیع دنیا میں سلطنت کی طرف سے نہ کوئی سررشتۂ تعلیم ہے نہ یونیورسٹیاں تھی نہ مدرسے تھے۔

سوال نمبر 2 (الف) (ii) مذکورہ دور میں تعلیم کی سرپرستی میں حکومت کا

کوئی کردار نظر نہیں آتا۔ نہ کوئی یونیورسٹیاں تھیں نہ مدرسے

تھے۔ عرب کی نسلیں حکمران تھیں مگر حکومت ایسے بے تعلق اور

اوپری تھی کہ ملک کے عام اخلاق، معاشرت، تمدن پر فاتح

قوم کی تہذیب کا اثر چنداں نہیں پڑسکتا۔

سوال نمبر 2 (الف) (iii) اس دور میں علوم و فنون عربی زبان میں رائج تھے۔

اس دور کے مشہور تعلیمی مراکز کے نام درج ذیل ہیں:

1) مرو 2) ہرات 3) نیشاپور 4) بخارا 5) فارس 6) بغداد

7) مصر 8) شام 9) اندلس

ان شہروں میں علمی صداؤں سے شہر گونج اٹھا۔

حصہ (دوئم)

سوال نمبر 2 (الف) (iv) عام تعلیم کے لیے ہزاروں مکتب قائم تھے جن میں
سلطنت کا کچھ بھی حصہ نہیں تھا اور آج کل کے تحصیلی مدارس سے
زیادہ مفید تھے۔ اوسط اور اعلیٰ تعلیم کے لیے مسجدوں کے
صحن، خانقاہوں کے حجرے، علما کے ذاتی مکانات تھے لیکن
ان سادہ اور بے تکلف عمارتوں میں جس وسعت کے ساتھ
علمی تربیت ہو رہی تھی، بڑے بڑے عالی شان قصر و ایوان
بھی جو پانچویں صدی کے آغاز میں اس غرض سے تعمیر ہوئے،
اس سے کچھ زیادہ نہ ہو سکی۔

سوال نمبر 2 (الف) (v) اس عبارت کے تین اہم نکات درج ذیل ہیں :-

① مسلمانوں کی تعلیم کے دوسرے دور میں اسلام میں پیش رفت ہوئی ۔ ② تعلیم کی سرپرستی کے لیے حکومت نے کوئی کردار ادا نہ کیا ۔ ③ تمام علوم عربی میں لکھے گئے اور تعلیمی مراکز قائم کیے گئے اور خاص جگہیں مخصوص کر دی گئیں جہاں ہر علم کی تربیت بہت وسعت کے ساتھ ہوئی ۔

سوال نمبر 2 (الف) (vi)

سوال نمبر 2 (ب) (i) اس نظمیہ جزو میں شاعر نے نوجوان کو یہ ترغیب دی ہے کہ وطن کی خاطر جان دینے سے بھی گریز نہ کرو۔ جان لو کہ اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے لہذا بغیر کسی خوف کے میدانِ جنگ میں اترو اور اپنی تیز تلوار سے دشمن کو نیست و نابود کر ڈالو۔

سوال نمبر 2 (ب) (ii) اس نظمیہ جزو کا مرکزی خیال یہ ہے کہ اپنی تلوار اٹھا کر میدانِ جنگ میں کود پڑو۔ وطن کی سلامتی کے لیے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے سے بھی گریز نہیں کرنا چاہیے۔ بہادری اور شجاعت سے دشمن کو موت کا ذائقہ چکھانا چاہیے۔ اپنی تلوار ہاتھ میں تھام کر، دشمن کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جانا چاہیے تاکہ وطن پر کوئی آنچ تک نہ آئے۔

سوال نمبر 2 (ب) (iii) تیسرے شعر میں شاعر مسلمانوں کو کہتا ہے کہ تم تلوار چلانے کی صلاحیت رکھتے ہو لہذا بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے دشمن کی صفوں کو توڑ ڈالو اور برباد کر دو تاکہ وطن سلامت رہے اور ترقی کی راہ میں آگے بڑھتا رہے۔

حصہ (دوم)

سوال نمبر 2 (ج) (i) عشق میں جیت اور ہار کو ایک جیسا اس لیے
قرار دیا گیا کہ اگر کوئی عاشق اپنی محبت میں کامیاب
ہوگیا تو بہت اچھی بات ہے مگر اگر خدانخواستہ اسے ناکامی
کا سامنا کرنا پڑا تو بھی وہ دراصل جیت ہی جاتا ہے
کیونکہ ایک عاشق کبھی ہارتا نہیں - دوسرے اعتبار سے دیکھیں
تو اگر کوئی انسان وطن کی خاطر جنگ میں شریک ہو اور
کامیاب ہوکر لوٹے تو غازی کہلائے گا مگر جب کوئی جنگ میں
شہید ہوجائے تو وہ بھی اصل میں آخرت کی زندگی پانے میں کامیاب
ہوجاتا ہے - یعنی عاشق کے لیے جیتنا اور ہارنا دونوں ہی ایک کے
مترادف ہیں -

سوال نمبر 2 (ج) (ii) درد ہجر میں انسان انتہائی مشکل حالات کا شکار ہوتا ہے۔ اس اپنی محبوب سے بہت شکایتیں ہوتی ہیں مگر وہ انھیں بیان نہیں کرسکتا۔ محبوب کی بے رخی شاعر کو بھی پتھر دل بنادیتی ہے یعنی شاعر یا عاشق کے دل سے بھی محبت ختم ہوجاتی ہے کیونکہ وہ پتھر کی طرح سخت ہوجاتا ہے۔ اور چونکہ محبت سنگ دلوں کے لیے نہیں ہوتی لہذا شاعر / عاشق محبت سے نکل آتا ہے اور زندگی کی دیگر مشکلات میں پھنس جاتا ہے۔

حصہ (دوئم)

سوال نمبر 2 (د) (i) **امدادی فعل**

الف - دی (دینا)

ب - چاہیئے (چاہنا)

ج - گیا (جانا)

سوال نمبر 2 (د) (ii)

مطلع

مطلع عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معانی ہیں، وہ طلوع ہونے کی جگہ ہیں۔ غزل کا پہلا شعر جس کے دونوں مصرعوں میں قافیہ یا ردیف موجود ہو، مطلع کہلاتا ہے۔

مثال

① ؎ ہستی اپنی حباب کی سی ہے
یہ نمائش سراب کی سی ہے

② ؎ صبح ہوتی ہے، شام ہوتی ہے
عمر یونہی تمام ہوتی ہے

اقتباس کی تشریح

میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ مولوی صاحب یہ دنیا ہے، آخرت نہیں کہ جیسا بوؤ گے ویسا پھل ملے گا۔ مصنف نے مولوی صاحب سے کہا کہ اگرچہ مولوی صاحب دوسروں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے مگر چونکہ ان کو بدلے میں ایسا رویہ نہ ملتا تھا تو وہ لوگوں سے حسد کرنے پر اتر آئے۔ مصنف انھیں صبر کی تلقین کرتے ہیں کہ دنیا میں نہ سہی۔ آخرت میں آپ کو ان خدمات کا پھل ضرور ملے گا۔ آپ کو چاہیے کہ آپ صبر کا مظاہرہ کریں اور اللہ نے جو کچھ عطا کیا اس پر خوش رہیں کیونکہ جو نہیں ملا، اس کے نہ ملنے میں ہی بہتری ہے۔

> زندگی صبر ہے یا صبر کی کچھ صورت ہے
> مجھ میں صبر ہے یا صبر کی کچھ صورت ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

> "صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔"

سوال نمبر 3 (صفحہ نمبر 2) اپنے آپ کو دیکھ ، جو کچھ موجود ہے اس کا شکریہ ادا کر - اپنی پگڑی سنبھال کر رکھو نہیں تو یہ بھی گر جائے گی-

ع اپنی حد پہ چلنے کا سلیقہ سیکھ لے
سنگِ مرمر پہ چلے گا تو پھسل جائے گا

زندگی مختصر سی ہے - ہنسی خوشی گزار دیجیے - مگر مولوی صاحب نے مصنف کی باتوں پر کان نہ دھرے - وہ تو بس اپنے زخموں کا رونا رو رہے تھے - تمام عمر مصیبت اٹھائی تاکہ لوگ اس کے ذریعے فائدہ اٹھائیں ، ان کو آرام و سکون ملے- مگر اب انھیں دوسرے کسی شخص کو مسکراتا یا سکون میں دیکھنا اچھا نہ لگتا تھا - خواہ مخواہ میں اپنا دل جلا رہے تھے - یہ باتیں سنا کر اپنے دل ٹھنڈا کر لیتے تھے-

نظمیہ جزو

حوالہ متن

نظم کا نام :- مناظر سحر
شاعر کا نام :- جوش ملیح آبادی

تشریح

جوش ملیح آبادی کا شمار اردو کے مشہور شعرا میں ہوتا ہے۔ سادگی، روانی اور سوز و گداز ان کے کلام کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ استعارات کے استعمال نے ان کے کلام کو چار چاند لگا دیے۔ اس بند میں وہ لکھتے ہیں کہ صبح کا منظر انتہائی دلفریب ہوتا ہے۔ چرند پرند کی گیت اور ٹھنڈی ہوا انسان کے دل کو سکون دیتی ہے۔

کشمیر کا باغ جو تجھے دل پذیر ہے
اس باغِ جاں فزا کا یہ بلبل اسیر ہے

شاعر لکھتے ہیں کہ اے دوست! اس لمحے میں کوئی برائی نہیں چاہیے۔ اچھے لوگوں سے تو انسان کو نفرت ہوتی

حصہ (سوم)

سوال نمبر 4 (صفحہ نمبر 2) ہی نہیں مگر برے لوگوں سے بھی دوستی یا نفرت
چھوڑ دینی چاہیے۔ جس طرح ایک شاخ میں پھول اور کانٹے
دونوں ہوتے ہیں اور دونوں پر صبح کے وقت برے اوس کے قطرے
خوبصورت منظر پیش کرتے ہیں۔ جس طرح پھول اور کانٹا کی مثال
ہے، اسی طرح معاشرے کے اچھے اور برے لوگوں کی بھی۔ کانٹا بھی
بالکل اسی درخت کا حصہ ہے۔ وہ بھی اسی بہار میں پالا ہوا
ہے جہاں سے پھول۔ جس طرح گل اور کانٹے ساتھ ہی پرورش
پاتے ہیں اسی طرح اچھے اور برے لوگ بھی ایک ہی معاشرے سے
نکلتے ہیں۔ لہذا سراسر نفرت کسی سے بھی درست نہیں۔ لوگ
غفلت سے نکل کر صحیح بھی ہو جاتے ہیں اور بعد میں انسان
کو ان سے دوستی نہ ہونے پر پچھتاوا ہوتا ہے۔ جس طرح پھول
اور کانٹا مل کر ایک خوبصورت باغ بناتے ہیں۔ اسی طرح معاشرے
کے تمام انسان بھی مل کر کچھ بڑا کر سکتے ہیں۔ یہ معاشرہ بھی
صبح کے منظر کی طرح جنت کی مثل بن جائے گا۔ اچھائیاں اور
برائیاں ہر انسان میں ہوتی ہیں مگر ان کا صحیح استعمال کرنا چاہیے۔
کانٹا چونکہ ایک ہی شاخ پر ہے اس لیے پھول اور
کانٹے میں ایک ہی خون موجود ہے۔

غزلیہ جز و

حوالۂ متن

شاعر کا نام :- شکیب جلالیؒ

شاعر کا تعارف

شکیب جلالیؒ کا شمار اردو کے قادر الکلام شاعروں میں ہوتا ہے - ان کی خصوصیات میں سادگی، روانی اور موئثر تراکیب کا استعمال شامل ہیں - شاعر نے اپنی پوری زندگی غم ہی دیکھے جس کا بیان وہ اس نظم میں بھی کر رہے ہیں-

شعر نمبر 1

شاعر کہتے ہیں کہ میں نے اپنے گھر میں پھل دار درخت لگائے ہوئے تھے تاکہ میں ان کو کھا کر پھلوں کا مزہ لے سکوں - مگر افسوس! باہر سے کوئی پتھر برسا کر چلا گیا اور سارے پھل دیوار کی دوسری طرف گر گئے مگر پتھر میرے صحن میں ہی رہ گئے - اس شعر میں شکیب

سوال نمبر 5 (صفحہ نمبر 2) اپنا دکھ بیان کر رہے ہیں کہ محنت کرنے والوں کو اپنی محنت کا صلہ نہیں ملتا۔ کام کرنے والا کوئی اور ہوتا ہے مگر اس کے پھل کوئی اور لے جاتا۔

ع میرا دل اداس ہے ناصرؔ
یہ دیواریں کیوں سائیں سائیں کرتی ہیں

اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انسان کسی دوسرے انسان کی مدد تب ہی کر سکتا ہے جب اسے خود مصیبت برداشت کرنی پڑے۔ بغیر نقصان اٹھائے، دوسرے کی مدد ممکن نہیں۔

شعر نمبر 2

اس شعر میں شاعر خود پرستی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر مجھ پر برا وقت آئے اور میں مقابلے کی ساخت نہ رکھتا ہوں تو میں کسی دوسرے کی بجائے اپنے ہی پاؤں پر گروں۔ شاعر مثال دیتے ہیں کہ جس طرح کوئی دیوار جب گرنے لگے تو اپنے ہی سائے پر گرتی ہے، اسی طرح میں بھی اپنے ہی پاؤں پر گروں۔ شاعر چونکہ خوددار ہیں اور کسی دوسرے کے سامنے جھکنے کو خلاف نفس سمجھتے ہیں کیونکہ دوسرے کے سامنے بھیک مانگ کر انسان کی کوئی عزت نہیں رہتی اس لیے شاعر کو بھی مشکل حالات کا سامنا اکیلا ہی کرنا پڑے تاکہ وہ کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائیں اور اگر کامیاب بھی ہوں تو اپنی محنت سے۔

سوال نمبر 5 (صفحہ نمبر 3)

ع اٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے
پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

شعر نمبر 2

اس شعر میں شاعر کہتے ہیں کہ خوشیاں کچھ دیر کے لیے تو انسان کے دل کو روشن کر دیتی ہیں مگر پھر سے اندھیرا چھا جاتا ہے۔ شاعر کہتے ہیں کہ یہ ستارے جو میرے گھر کو روشن کرتے ہیں، تھوڑی ہی دیر میں پھر اندھیرا ہو جاتا ہے اسی لیے، شاعر نے ستاروں کو بے کار کہا ہے۔ یہ انسانی فطرت میں ہے کہ جب کوئی انسان اندر سے ہی اداس ہو تو ایسے وقت میں اگر خوشیاں آ بھی جائیں تو اسے زیادہ دیر سکون نہیں دے سکتی۔ کچھ پل گزرنے کے بعد اسے زندگی کے وہی ستم یاد آ جاتے ہیں جس میں وہ پہلے ہی ڈوبا ہوا تھا۔

ع میرے گھر کی دیواروں پہ ناصر"
اداسی بال کھولے سو رہی ہے

یعنی شکیب جلالی" چونکہ اپنی ساری زندگی اداس ہی رہے، دکھوں نے انھیں گھیرے رکھا لہذا یہ چھوٹی موٹی عید یا خوشی میرے لیے کوئی معانی نہیں رکھتی۔ وہ کچھ دیر اثر رکھتی ہے پھر غائب ہو جاتی ہیں اور میرا دل پھر اندھیرے سے بھر جاتا ہے۔

سوال نمبر 6 (صفحہ نمبر 1)

درخواست

محلے میں آلودگی کے حوالے سے یونین کونسل کے نام

بخدمت جناب یونین کونسل ، علاقہ : ا، ب ، ج ، شہر: ا، ب ، ج

جنابِ عالی!

ہم بصد الاحترام درخواست گزار ہیں کہ پچھلے کچھ عرصے سے ہمارے محلے میں آلودگی اور گندگی بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ محلے والے صفائی کی کوئی ذمہ داری نہیں لے رہے۔ اس بڑھتی آلودگی کی وجہ سے بہت لوگ سانس کی بیماریوں میں مبتلا ہیں۔ کوڑا کرکٹ دو ہفتے سے ویسے ہی سڑک کے کنارے پڑا ہوا ہے جس سے اس قدر بدبو آرہی ہوتی ہے۔ پہلے تو محلے والے بس بھیج کر کوڑا کرکٹ اٹھا لیا کرتے تھے مگر اب تو یہ بھی نہیں کر رہے۔ پورا محلہ گندگی سے بھرا ہوا۔ گندے پانی کی وجہ سے مچھر بھی خوب آرہے ہیں۔ کوئی نظام یا اصول نہیں ہے۔

آپ سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ آپ جلد از جلد اس محلے کا چکر لگائیں اور خود بھی ایک بار اپنی آنکھوں سے ادھر کا حال دیکھیں۔ کیسے ہر جگہ گندگی پھیلی ہوئی، کوڑا کرکٹ اور گندا پانی کیسے سڑکوں تک آیا ہوا کہ لوگوں کا گزرنا بھی دشوار گزار ہے۔ تمام اہلِ علاقہ محلے کے آفس جا کر بھی شکایت کر چکے ہیں پھر بھی کوئی بہتری نہ ہوئی۔

سوال نمبر 6 (صفحہ نمبر 2)

مجھے امید ہے کہ آپ فوری اقدام ضرور لیں گے اور
جو کچھ اہم ہے، وہ انجام دیں گے ۔ اس کے لیے بہت بہت شکریہ۔
العارض۔

دستخط اہلِ علاقہ: ا، ب، ج نام: ا، ب، ج شہر: ا، ب، ج
بتاریخ:- ۱۵ جون ۲۰۲۴ء

میرا پسندیدہ شاعر

ادب کی دو اقسام ہیں - ایک نثر اور ایک نظم - اگر نظم کی بات کی جائے تو اس میں حمد، نعت، غزل، قصیدہ وغیرہ آتے ہیں - میرے پسندیدہ شاعر علامہ اقبالؒ ہیں - کہتے ہیں کہ عظیم انسان روز روز پیدا نہیں ہوتے - ایسے لوگوں کے لیے مدتوں انتظار کرنا پڑتا ہے - اقبالؒ بھی ایسی ہی شخصیت کے حامل تھے - اقبال جنہیں **شاعرِ مشرق** کا لقب بھی دیا گیا، نے اپنی ساری عمر غفلت میں ڈوبے مسلمانوں کو اپنے کلام کے ذریعے اس نیند سے اٹھانے کی کوشش کی - آپ جیسا شاعر نہ کبھی پہلے تھا اور نہ کبھی آئے گا -

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اقبال ۹ نومبر ۱۸۷۷ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے والد کا نام شیخ نور محمد تھا - اقبال نے ابتدائی تعلیم سیالکوٹ سے حاصل کی پھر مری کالج چلے گئے اور MA کے لیے پھر لاہور تشریف لائے - درمیان میں P.H.D کرنے جرمنی بھی گئے جہاں ان کو مغربی روایات کو اچھی طرح جاننے کا موقع ملا - اقبال کے استاد مشہورِ زمانہ میر حسن تھے - پروفیسر آرنلڈ نے ایک بار

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 2) اقبال کے بارے میں فرمایا:-

"اقبال جیسا طالبِ علم میرے لیے خوش قسمتی ہے۔"

جب اقبال جرمنی میں تھے، تو انھیں مغربی اور مشرقی روایات میں فرق کرنے کا موقع ملا اور انھوں نے کہہ دیا کہ مغربی رواج مسلمانوں کے لیے موت کا باعث بنیں گے۔

اقبال کی شاعری کے تین دور ہیں۔ پہلا دور جس میں انھوں نے بچوں کے لیے مختلف نظمیں لکھیں مثلاً پہاڑ اور گلہری وغیرہ۔ دوسرا دور جس میں انھوں نے برِ صغیر کے مسلمانوں کو مسلم کی حقیقت سے آشنا کیا اور ان میں اپنی شاعری کے ذریعے ایک ملت ہونے کا درس دیا اور اسلامی ملت کے بارے میں بتایا۔

اپنی ملت کا قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی

شاعری کے تیسرے دور میں اقبال نے مسلمانوں کو اتفاق و اتحاد کا درس دیا کہ اگر تم لوگ ساتھ رہو گے، تبھی تم ترقی کی منازل طے کر سکتے ہو۔ ورنہ یہ ممکن نہیں۔ یہاں شاعر علامہ اقبال نے ملک کے نوجوانوں کو **شاہین** کہہ کر پکارا۔ تیسرے دور کی اہم خصوصیات میں امت اور اتحاد کا

حصہ (سوئم)

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 3) ...ی اصول بیان کیا۔

؎ ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر

اقبال کی تحریر کردہ کتب میں بانگِ درا، جاوید نامہ وغیرہ خاص مشہور ہیں۔ اقبال کا تصورِ مردِ مومن اور تصورِ خودی بھی نمایاں ہے۔ اقبال کے نزدیک اللہ نے ہر انسان میں پوشیدہ صلاحیتیں رکھی ہوئی ہیں لہذا ان کو پہچاننا اور خودی کے رازوں سے پردہ اٹھانا مومن کا کام ہے۔ ان صلاحیتوں کو باہر نکالو اور دنیا کو دکھا دو کہ تم بھی کسی سے کم نہیں

؎ خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

اقبال نے مسلمانوں کو غفلت میں ڈوبے ہوئے تھے ان کے زوال کی اصل وجہ بھی بتائی۔ اقبال نے ۱۹۱۱ء میں نظم شکوہ لکھی جس میں مسلمانوں کے شان و شوکت کے بعد ان کے زوال کی وجہ پوچھی جس کا جواب جوابِ شکوہ میں دیا گیا کہ مسلمانوں نے دین سے دوری اختیار کی لہذا آج وہ ناکامیوں کا شکار ہیں۔

؎ وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

حصہ (سوئم)

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 4) اقبال کے نزدیک انسان کو ہر چیز حل ہو جاتی ہے اگر وہ اس کے لیے محنت کرے اور نتیجہ اللہ پر چھوڑ دے

اٹھو باندھ کمر کیوں ڈرتا ہے
پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

الغرض اقبال کے شمار صرف پاکستان ہی نہیں بلکہ دنیا کے بلند ترین شعرا میں ہوتا ہے جنھوں نے اپنی شاعری ہمیشہ اپنا مقصد بیان کرنے کے لیے استعمال کی اور ان کا مقصد اسلام کی ترویج ہی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال میرے پسندیدہ شاعر ہیں۔